امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

آخری مہلت.......؟

"الہلال" کے ۱۵؍جنوری ۱۹۱۳ء کا مقالۂ افتتاحیہ، آج ۸۹ سال بعد ____ ایک نئی معنویت کا حامل ہے۔ ترکی کی خلافت عثمانیہ کی جگہ افغانستان کی امارتِ اسلامیہ اور مسلمانانِ ہند کی جگہ مسلمانانِ پاکستان، پڑھیے تو یقین آتا ہے کہ زندہ لفظ کبھی نہیں مرتے (ادارہ)

"مسلمانو! (اُن) یہود اور نصاریٰ کو (جو اسلام کے خلاف جنگ پر متفق ہو جائیں) اپنا دوست نہ بناؤ! یہ لوگ تمہارے مٹانے کیلئے اپنی سازشوں میں ایک دوسرے کے مددگار اور دوست ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی (باوجود اسلام کی مخالفت کے) ان کو اپنا دوست بنائے گا، تو یقیناً اللہ کے نزدیک اس کا بھی شمار انہی دشمنانِ دین وحق میں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور نافرمانوں کو راہ راست نہیں دکھلاتا۔ جن لوگوں کے دلوں میں اسلام فروشی اور نفاق طینتی کا روگ ہے، تم دیکھو گے کہ وہ ان لوگوں کو اپنا دوست بنانے میں بڑی جلدی کر رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس بات کا ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آ جائیں۔ سو کچھ عجیب نہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی کامیابی عطا کرے، یا کوئی اور غیبی امر ظاہر ہو اور اس وقت یہ لوگ اس نفاق پر، جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، پشیمان ہوں"۔ (النساء۔ ۵۱،۵۲)

☆☆☆

"قسم ہے مجاہدین کے اُن گھوڑوں کی جو دشمنوں سے لڑنے کیلئے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں پھر اپنے گھوڑوں کو زور سے للکارتے اور دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور پھر جب لڑائی سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاتے ہیں" (صافات۔۱)

☆☆☆

مہلتوں کا خاتمہ، فرصتوں کا وقت آخر، ہمتوں کا امتحان اور سعی و جہد کے انتہائی لمحے درپیش ہیں۔ میں وہ صور کہاں سے لاؤں جس کی آواز چالیس کروڑ دلوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دے؟ میں اپنے ہاتھوں میں وہ قوت کیسے پیدا کروں، جن کی سینہ کوبی کے شعور سے سرگشتگانِ خوابِ موت آور ہوشیار ہو جائیں؟ آہ! کہاں ہیں وہ آنکھیں جن کو دردِ ملت میں خونباری کا دعویٰ ہے؟ کہاں ہیں وہ دل جن کو زوال ملت کے زخموں پر ناز ہے؟ کہاں ہے وہ جگر، جو آتش غیرت و حمیت کی سوزش کی لذت آشنا ہیں؟ اور پھر آہ! کہاں ہیں اس برہم شدہ انجمن کے ماتم گسار، اس برباد شدہ قافلے کے نالہ ساز، اس صف ماتم کے فغاں سنج، اور اس کشتی طوفانی کے مایوس مسافر، جن کی موت و حیات کے آخری لمحے جلد جلد گزر

رہے ہیں، اور وہ بے خبر ہیں، یا خاموش روتے ہیں، یا مایوسی سے چپ وراست نگراں، مگر نہ ان کے ہاتھوں میں اضطراب ہے اور نہ پاؤں میں حرکت، نہ ہمتوں میں اقدام ہے، اور نہ ارادوں میں عمل کا ولولہ۔ دشمن شہر کے دروازوں کو توڑ رہے ہیں، اور اہل شہر رونے میں مصروف ہیں۔ ڈاکوؤں نے قفل توڑ دیئے ہیں اور گھر والے سوتے بھی نہیں، مگر اب تک آنکھ ملنے سے مہلت نہیں ملی ہے۔ جب کسی کے گھر میں آگ لگتی ہے تو محلّہ کے دوست دشمن، سبھی پانی کیلئے دوڑتے ہیں، لیکن اے رونے کو ہمت اور مایوسی کو زندگی سمجھنے والو! یہ کیا ہے کہ تمہارے گھر میں آگ لگ چکی ہے، ہوا تیز ہے، اور شعلوں کی بھڑک سخت، مگر تم میں سے کوئی نہیں جس کے ہاتھ میں پانی ہو! پھر اگر اسی وقت کے منتظر تھے، تو کیا نہیں سنتے کہ وہ وقت آ گیا ہے؟ اگر تم کشتی کے ڈوبنے کا انتظار کر رہے تھے، تو کیا نہیں دیکھتے کہ اب اس میں دیر نہیں؟ اور آہ! مسلمانوں کے عروج و زوال کی سیزدہ صد سالہ کشتی، جو بارہا ڈوبی، اور بارہا اچھلی، اور نہیں معلوم کہ اب ڈوبنے کے بعد ہمیشہ کیلئے سطح عالم سے ناپید ہو جاتی ہے، یا اس کے ٹوٹے ہوئے تختے، اور تار تار بادبان کے ٹکڑے سمندر کی موجوں کا چند گھنٹے اور مقابلہ کرتے ہیں!

درکار ماست نالہ و مادر ہوائے او

پروانۂ چراغ مزار خودیم ما

ترجمہ: (''بجائے آہ و فغاں کے، ہم خیالِ یار میں محو ہو کر، اپنی ہی قبر کے چراغ کے پروانے بن گئے ہیں'')

☆☆☆

''پھر انسانوں کی کتنی ہی آبادیاں ہیں جن کو ان کی غفلت و بداعمالی کی پاداش میں ہم نے ہلاک کر دیا، پس اب وہ ایسی اجڑی پڑی ہیں کہ ان کی دیواریں اپنی چھتوں پر گری پڑتی ہیں، ان کے لبریز کنویں بیکار ہو رہے ہیں، اور بڑی بڑی عمارتوں کے محل مکینوں سے خالی ہیں! پھر کیا لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں اور قوموں کے عروج و زوال کی نشانیوں کو دیکھتے نہیں؟ اگر دیکھتے تو ان کے دل سوچنے والے ہوتے اور کان سننے والے، اور جب تباہی کا وقت قریب آ جاتا ہے تو قوموں کی آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں، جو سینوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں'' (الحج۔ ۴۵، ۴۶)

یاللعار!

اگر ہم کو مٹنا ہی ہے تو اس کا کوئی شکوہ نہیں۔ رومتہ الکبرا اور بابل و نینوا کی عظیم الشان قومیں جہاں آباد تھیں، وہاں آج خاک کے تودے اور ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کھنڈر بھی سیاحوں کو بڑی جستجو سے ملتے ہیں۔ ہم نے تیرہ سو برس تک دنیا میں حکمرانی کی ہے اور مغرب و مشرق اگر ہمارے بعد ہم کو بھلانا نہ چاہے تو مدتوں ہمارے افسانۂ حیات و ممات کو دہرا سکتا ہے، لیکن غم ہے تو اس کا ہے کہ موت دونوں کو آتی ہے۔ سپاہی کو میدان جنگ میں اور مجرم کو سولی کے تختے پر، پہلی وہ عزت کی موت ہے

جس پر ذلت کی ہزاروں زندگیاں قربان، اور دوسری وہ ذلت کی موت ہے، جس کے بعد انسانی روح کیلئے اور کوئی ذلت نہیں۔ اگر یورپ نے ہم سے آخری انتقام لینے کا فیصلہ کرلیا ہے تو کاش! ہمارے سینے پر گولی لگتی، لیکن ہمارے گلے میں پھندانہ ڈالا جاتا!

صلیب پرست قوم، اسلام کو مصلوب کرنا چاہتی ہے اللہ اللہ! انقلاب حوادث کی کیا نیرنگی ہے! جس قوم کی ابتدا دنیا میں سولی کے تختے سے ہوئی ہے، جس کی ہستی دنیا میں اس طرح شروع ہوئی ہے کہ بت پرست رومیوں نے حکم اور یہودیوں کی خواہش سے اس کے خدا کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تھا اور اس کے ہتھیلیوں اور ٹخنوں کو تختے سے لگا کر بڑی بڑی میخیں ٹھونک دی گئی تھی۔ اگر چہ وہ بزدلی کی شدت سے بہت چیخ رہا تھا کہ ''خدایا! موت کے پیالے کو میرے لبوں سے ہٹالے'' پر جس قوم کی عزت کا پہلا دن یہ تھا کہ اس کا خدا تین دن تک سولی کی لعنت میں گرفتار رہا، کیونکہ (تورات میں) لکھا ہے کہ ''جو کاٹھ پر چڑھا وہ ملعون ہوا''۔ آج وہی قوم، سولی کے تختے کو پوجنے والی قوم، ایک مصلوب لاش کی پرستش کرنے والی قوم، اس قوم کو میدان جنگ کی تلوار سے ہلاک کرنے کی جگہ، سازش گاہِ صلح میں پھانسی دینا چاہتی ہے، جس کا سب سے بڑا جرم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بانی نے دنیا میں ظاہر ہو کر اپنے تئیں مسیح کی طرح سولی پر نہیں چڑھایا، بلکہ تلوار کے زور سے اپنے دین کی اشاعت کی! وتلک الایام نداولھا بین الناس

توحید اور تثلیث کا باہمی سلوک مسیحیت سے ہمارا معاملہ آج ہی شروع نہیں ہوتا، بلکہ یہ میدان صدیوں سے گرم ہے۔ لیکن آج ہم کو سر جھکا کر اعتراف کرلینا چاہیے کہ اس نے ہم کو پوری شکست دے دی۔ یہودیوں نے اس کے خدا پر ''ولدالزنا'' ہونے کی تہمت لگائی تھی اور اس کی ماں کی عصمت پر بٹہ لگایا تھا۔ ہم نے دنیا میں آتے ہی اس کو اس شرمناک ذلت سے نجات دلائی اور کہا کہ و قولھم علی مریم بھتاناً عظیما'' اور یہودیوں کا حضرت مریمؑ کی نسبت قول ایک بہت بڑا بہتان ہے'' لیکن آج تمام مسیحی دنیا ہم پر وحشت و خونریزی اور قتل و فساد کا بہتان لگانے میں کامیاب ہورہی ہے۔ ہم نے روز اول سے ان کے معبدوں اور گرجوں کی حفاظت کو اپنی مسجدوں کی حفاظت سے کم نہ سمجھا اور ایک مرتبہ دمشق کی مسجد کی تعمیر شدہ زمین دے دی تا کہ اس پر گرجا بنایا جائے، لیکن آج طرابلس اور گیلی پولی کی مسجدوں کے محراب و منبر بھی صلیب پرستوں کے حملہ آور بوٹوں سے محفوظ نہیں ہیں، اور مشہد کی مسجد گوہر شاہ کا نصف گنبد توپوں کی گولہ باری سے گرادیا گیا ہے۔ ہم نے آٹھ سو برس تک اسپین میں عیسائیوں کو آستین میں بٹھا کر دودھ پلایا، انہوں نے صحن مسجد میں آکر پیغمبر اسلام ﷺ کو گالیاں دیں مگر ہم نے ان کو ان کی سرزمین کی راحت سے محروم نہیں کیا، لیکن آج وہ ہم کو یورپ سے جلا وطن کرنے کی سازش میں فتح یاب ہوگئے ہیں، اور عنقریب خود دنیا کے صفحہ ہی سے مٹا دینے کا ارادہ کررہے ہیں۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ ہم نے بغداد کے دربارِ عظمت و جلال میں ''سگِ رومی'' (۱) کے منہ پر تھوکا تھا، اور یہ بھی غلط نہیں کہ ایک سو برس اُدھر

تک عثمانی وزیر اعظم کی زبان میں روس اور استریا کے بادشاہوں کو یاد کرنے کیلئے سب سے بڑی عزت یہ تھی کہ ''وہ ہمارے اچھے کتے ہیں''۔لیکن پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟ کیونکہ آج یورپ کا ہر مسیحی کتوں کو اپنی گود میں بٹھا کر پیار کرتا ہے، لیکن ہمارے سروں کیلئے اس کے پاس سب سے بڑی عزت بوٹ کی ٹھوکر ہی میں ہے۔ یقیناً ہم نے آٹھ صلیبی حملوں میں عیسائیوں کے سروں کو کچلا، اور یروشلم کے مقدس ''بیت اللحم'' پر ان کو قابض ہونے نہیں دیا، لیکن اس کا ذکر بھی اب بے فائدہ ہے۔ کیونکہ آج تو وہ دن ہے کہ اگر غفلتوں اور بے سود فغاں سنجیوں کا یہی حال رہا، تو قریب ہے کہ ہماری عزت و حیات کی آخری متاع یعنی ''مرقد مطہرہ رسول اللہ ﷺ'' اور ''بیتِ مقدس خلیل اللہ'' کی طرف بھی اس کی توپوں کے دہانے کھول دیئے جائیں گے، اور (جدہ) اور (ینبوع) کے ساحلوں پر یورپ کے آہن دوش دریدناٹ لنگر انداز نظر آئیں گے!

یالیتنی مت قبل ھذا، و کنت نسیا منسیا! (مریم۔۲۳) ''کسی طرح میں مر چکتی، اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری''

خاندانِ اسلام کا سب سے بڑا گھرانہ ہندوستان کے مسلمانوں نے خواہ کتنا ہی اپنے تئیں ذلیل و بے حقیقت سمجھ لیا ہو، اور خواہ داخلی اور خارجی شیاطین کی وسوسہ اندازیوں نے کتنا ہی ان کو معطل اور مجبور ہونے کا یقین دلا دیا ہو، لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی تعداد سات کروڑ سے متجاوز ہے، اور وہ آج پیروانِ اسلام کی سب سے بڑی تعداد ہیں، جو زمین کے کسی ایک ٹکڑے میں آباد ہے۔ ان کو ایوانِ حکومت سے نکلے ہوئے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے، اور باوجود ہر طرح کے تنزل کے اب بھی وہ دولت اور تعلیم اور علی الخصوص نئی بیداری اور اپنے مصائب کے محسوس کرنے میں اُن مقامات کے مسلمانوں سے بھی نسبتاً بہتر حالت رکھتے ہیں، جہاں اب تک اسلامی حکومت باقی ہے۔ اس لئے اگر آج حفظ کلمۂ توحید، و بقاء بلادِ مقدسہ، و قیام شعار و ناموس شریعت اسلامیہ کی سب سے زیادہ ذمہ داری ترکوں کے ذمے ہے، کیونکہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہے، تو یقین کیجیے کہ مسلمانانِ ہند کے ذمے بھی ان سے کم نہیں ہے، کیونکہ ان کی تعداد تمام دنیا کی اسلامی آبادیوں میں سب سے زیادہ ہے، اور مصائب اور ذرائع اعانت کے حصول کے لحاظ سے وہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں درجۂ امتیاز رکھتے ہیں۔ پس اسلام کیلئے مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے، ضرور ہے کہ مسلمانانِ ہند اس میں اپنا پورا حصہ لیں، اور ایک لمحہ کیلئے بھی اس وسوسۂ ابلیس سے فریب نہ کھائیں کہ وہ بالکل بے دست و پا ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

یقیناً تم کچھ نہیں کر سکتے، اگر تم ایسا سمجھتے ہو کہ کچھ نہیں کر سکو گے۔ دنیا میں ہمیشہ دو ہی خیال دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعضوں نے سمجھا کہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور بعضوں نے خیال کیا کہ اگر کرنا چاہیں گے تو سب کچھ کر لیں گے۔ پہلے خیال کا نتیجہ یہی نکلا کہ کچھ نہ ہوا۔ لیکن دوسرے خیال نے چٹیل میدانوں کو ایوان و محل، ویران جنگلوں کو آباد و شاداب، درباروں کو خشک میدان، پہاڑوں کو سطح زمین، غلاموں کو آزاد، ایک گڈریے کو صاحب تاج و تخت، اور ایک مردہ قوم کو زندہ و قائم کر دیا! البتہ استقامت شرط راہ و دلیل وصول بارگاہ ہے!

"جن لوگوں نے اللہ کو اپنا مددگار سمجھا، اور اپنے اندر استقامت پیدا کرلی، تو پھر نہ تو ان کیلئے کسی طرح کا خوف ہے اور نہ کسی ناکامی و نامرادی کا غم"! (الاحقاف۔۱۳)

انفروا خفافا و ثقالا آپ کہیں گے کہ مسلمانوں نے ان چند مہینوں کے اندر کس قدر جوش و اضطراب کا اظہار کیا اور کس مستعدی سے لاکھوں روپیہ ترکی کی اعانت میں فراہم کرلیا۔ اس سے زیادہ اور ان کے بس میں کیا ہے؟

لیکن میں کہوں گا کہ بس میں تو سب کچھ ہے، بشرطیکہ وہ اپنی قوت کا اندازہ کریں، کلمۂ توحید کی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں، اور اپنے نفس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دیں۔ یقیناً وہ ٹیس جو درد اسلامی کی انہوں نے اپنے دل میں پیدا کی، نہایت قیمتی ہے۔ وہ اضطراب و ہیجان جو انہوں نے اس وقت تک ظاہر کیا، اس عالم یاس میں بھی امید کا پیام ہے، اور روپیہ کی فراہمی بھی ایک اولین مالی جہاد تھا، جس سے وہ غافل نہ رہے، لیکن میرا سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا؟ بلکہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر سکتے تھے، وہ کیا یا نہیں؟ روپیہ بھیج کر آپ زخمی ترکوں کی مرہم پٹی کا ضرور سامان کر سکتے ہیں، لیکن اس تلوار کے حملے کی قوت پر کچھ بھی اثر نہیں ڈال سکتے جو نئے نئے زخم پیدا کر رہی ہے! ہوش و اضطراب بنیادکار ہے، لیکن پھر صرف آنسو بہا کر تو کسی فوج نے ملک فتح نہیں کیا ہے! یقین کیجیے! کہ تمام مسیحی یورپ اب اسلام کے فنا کردینے کیلئے آخری اتفاق کر چکا ہے اور عرض داشتوں اور رزولیشنوں سے دنیا میں کبھی کام نہیں نکلے ہیں۔

اولین کار پس اگر مسلمانانِ ہند اس وقت اپنی قوت سے کوئی نتیجہ خیز کام لینا چاہتے ہیں تو برائے خدا حالات کی نزاکت کو محسوس کریں اور میدان کار میں چند قدم آگے بڑھائیں۔ اس سلسلے میں پہلا کام ان کا یہ ہے کہ حتی الامکان تمام یورپین مال تجارت اور مصنوعات کا بائیکاٹ کردیں۔ درحقیقت موجودہ جنگ ابتدا سے یورپ کی درپردہ متفقہ جنگ تھی، مگر اب تو بالکل ایک کھلا یورپین اتحادی حملہ ہے، جو اسلام کے مقابلے میں شروع کردیا گیا ہے۔ پس اب باوجود اس حالت کے، جو مسلمان یورپ کی تجارت اور مصنوعات کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے، وہ گویا دشمنانِ اسلام و توحید کی کھلی اعانت کرتا ہے۔ شریعت حقۂ اسلامیہ نے ہم کو تمام دنیا کے ساتھ رحم و محبت اور فائدہ رسانی کی تعلیم دی ہے، لیکن چونکہ حق و صداقت کی حفاظت تمام چیزوں سے مقدم اور سب سے بالاتر ہے، اس لئے جب کوئی قوم اسلام کے خلاف اعلانِ عداوت کردے، تو پھر یہ قانون محبت، قانون جنگ سے مبدل ہو جاتا ہے اور خدا اور انسان میں مقابلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جن کو اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے، ضرور ہے کہ وہ اللہ کی دوستی کو انسانوں کی دوستی پر ترجیح دیں اور اس کے دشمنوں سے تمام اپنے فائدہ رساں تعلقات منقطع کرلیں۔ یہ کوئی ملکی اور سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک خالص دینی معاملہ ہے، اور ہر مسلمان بشرطیکہ مسلمان ہو، اس کی تعمیل پر مجبور ہے۔ هذه تذكرة، فمن شاء اتخذا لى ربه سبيلا

---

(۱) "ہارون الرشید نے قیصرِ روم کو ایک خط میں "کلبِ الروم" کہہ کر مخاطب کیا تھا"